خلفه ......" [مسلم الزهد ١٨/ ١٤٠ ـ ١٤١ ح ٧٤، أبو داؤد الصلاة باب ٨٢ إذا كان الثرب ضيقا ح ٦٣٤]

قلت: فثبت تحويل النبي ﷺ المصلي من اليسار إلى اليمين، ودفعه ﷺ جابراً وجباراً من يمينه وشماله إلى خلفه ؛ وفقا لموقف الواحد والاثنين من الإمام .

[٣] **حديث جابر بن عبد الله قال: كنت مع رسول الله ﷺ في سفر.....ثم قام فصلى في ثوب واحد خالف بين طرفيه فقمت خلفه فأخذ بأذني فجعلني عن يمينه .** [مسلم صلاة المسافرين ٦/ ٥٣، ح ١٩٥]

انظر : قام جابر خلف النبي ﷺ وحده فجبذه حتى أقامه عن يمينه . فإذا فعله ﷺ صيانة لصلاة جابر أن تقع منفردا خلف الإمام ، ثم ثبت عنه ﷺ الأمر بالإعادة لمن صلى خلف الصف وحده فلما ذا يحرم على المصلي أن يجذب إليه رجلا من الصف ؟!

آٹھ اہم چیزیں..................بھول گئے

[١] ہم اپنی اصل اور آخری منزل کو بھول گئے۔

[٢] اپنے خالق و مالک کو بھول گئے۔

[٣] اپنے دنیا میں آنے کا منشاء و مقصد بھول گئے۔

[٤] اپنی موت و قبر بھول گئے۔

[٥] پل صراط سے گزرنے کو بھول گئے۔

[٦] قبر میں منکر و نکیر کے سوالات اور وہاں کی بے بسی و بے کسی اور قبر کی تنگی و تاریکی کو بھول گئے۔

[٧] دوزخ کے داروغے اور ان کی لمبی لمبی آگ کی سلاخوں کو بھول گئے۔

[٨] جہنم کی سختیوں اور خوف و خطر کو بھول گئے۔

[انتخاب: طالبہ / منیرہ بنت حمید اللہ]

اصلاح عقیدہ قسط:27 محمد حسن ... صدیقی

بدعت کی شرعی حیثیت

کھانا سامنے رکھ کر اس پر ''ختم'' دینا

سنت نبویہ سے ثابت ہے کہ کھانے پینے کے وقت ''بسم اللّٰہ'' ضرور کہنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے کھانے پر برکت کے لیے اور دعائیں بھی فرمائی ہیں اور کھانے کے بعد بھی حمد اور دعا کرنا ثابت ہے۔ یہ تمام امور محل نزاع سے خارج ہیں۔

محل اختلاف یہ ہے کہ میت کے ایصال ثواب کے لیے جو کھانا کھلایا جاتا ہے، اس پر فاتحہ یا ختم القرآن وغیرہ پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کا صحیح اور آسان جواب یہی ہے کہ ایسا کرنا ہرگز ثابت نہیں بلکہ بدعت ہے۔

فتاویٰ سمرقندیہ میں ہے: ''قراءۃ الفاتحۃ والاخلاص والکافرون علی الطعام بدعۃ'' [ص:۱۵۵]

مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے فتاویٰ میں ہے: سوال: فاتحہ مروجہ حال یعنی طعام روبرو نہادہ دست برداشتہ چیزے خواندن چہ حکم دارد؟ جواب: ایں طورِ مخصوص نہ در زمانِ آنحضرت ﷺ بود نہ در زمانِ خلفاء، بلکہ وجودِ آں در قرونِ ثلاثہ کہ مشھود لھا بالخیر اند منقول نشد و حالاً در حرمین شریفین ۔ زادھما اللّٰہ شرفاً۔ عادتِ خواص نیست۔ اگر کسے ایں طور مخصوص بعمل آورد طعام آں حرام نمی شود، بخوردنش مضائقہ نیست وایں را ضروری دانستن مذموم است......الخ [۷۷/۳]

مولوی احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں: وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بے کار بات ہے، مگر اس کے سبب وصولِ ثواب یا جوازِ فاتحہ میں کچھ خلل نہیں۔ مشہور عالم مولوی محمد صالح بریلوی کھانا سامنے رکھ کر اس پر ختم پڑھنے کے بارے میں لکھتے ہیں: ''یہ رسم سوائے ھندوستان کے اور کسی اسلامی ملک میں رائج نہیں۔'' [تحفۃ الاحباب]

جب یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ بلکہ خیر القرون سے ثابت نہیں ہے اور حضرات فقہائے کرام اسے بدعت کہتے ہیں، اور بقول خان صاحب بریلوی ''بیکار بات'' ہے اور بقول مولوی محمد صالح بریلوی یہ ''صرف ھندوستان میں رائج ہے'' تو آج اسے ضروری سمجھ کر اہل سنت والجماعت کی علامت قرار دینا اور ایسا نہ کرنے والوں کو ''وہابی'' کا لقب دے کر ملامت کرنا کہاں کا انصاف اور کیسی دیانت ہے؟ بلکہ قرین انصاف بات یہی ہے کہ ہندوستان میں یہ رسم ہندوؤں سے مأخوذ ہے؛ وہ کھانے پر بید پڑھتے ہیں اور یہ مسلمان قرآن پڑھتے ہیں۔ وہاں پنڈت جی یہ کام کرتے ہیں اور یہاں مولوی، اخوند اور ملا صاحب یہ کارروائی انجام دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ایصال ثواب کے لیے کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ وغیرہ پڑھنا بدعت ہے اور

بقول خان صاحب بیکار بات ہے۔ بدعت، بیکار اور لایعنی کام میں شرعاً حرج ضرور ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ بیکار اور عبث فعل حرام ہوتا ہے۔ اور شاہ عبدالعزیزؒ کا قول ہے: ''ہر چیز کہ برآں ترغیبِ صاحب شرع و تعیینِ وقت نباشد آن فعل عبث است و مخالفت سنتِ خیرالانام ﷺ و مخالفت سنت حرام، پس ہرگز روا نباشد۔'' [فتاویٰ عزیزیہ ۱/ ۹۸]

چٹائی اور دری بچھانا ☆(۱) فوت شدہ شخص کے پسماندگان سے تعزیت یعنی صبر کی تلقین کرنا مسنون ہے اور شریعت حقہ میں ثابت شدہ حد پر قائم رہنا مطلوب ہے۔ مسجد میں ہو یا گھر میں، تین دن تک تعزیت کی اجازت ہے ☆(۲) لیکن اس مقصد کے لیے گلی کوچے میں چٹائیاں اور دریاں وغیرہ بچھا کر حقہ، سگریٹ اور چائے بسکٹ وغیرہ سے خاطر مدارات کرنا بدعت ہے۔ امام فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی لکھتے ہیں: ''تعزیت کے لیے تین دن تک (عزاداروں کے پاس)

☆(۱) گھر بہت چھوٹا ہونے کی وجہ سے گلی کوچے میں تعزیت کرنے والوں کے لیے حسبِ ضرورت دریاں یا کرسیاں فراہم کرنے کی مجبوری ہو تو اسے ''بدعت'' نہیں کہنا چاہیے؛ ہاں اگر کوئی اور قباحت ساتھ ہو تو ایسا حکم لگایا جائے۔ واللہ اعلم

☆(۲) ارشادِ نبوی ہے: ''**من عزی أخاه المؤمن فی مصيبته كساه الله حلة خضراء يحبر بها يوم القيامة** ''جس نے اپنے بھائی کی مصیبت میں اسے صبر دلایا، اللہ پاک اسے روزِ قیامت ایک قابلِ رشک سبز خلعت پہنائے گا۔'' [تاریخ بغداد ۷/ ۳۹۷ عن أنس وحسنه الألبانی فی أحكام الجنائز ص ۱۶۳]

آپ ﷺ سے مروی ہے: ''**من عزی مصاباً فله مثل أجره** ''''جس نے کسی مصیبت زدہ کو صبر دلایا اُس کے لیے اسی (مصیبت زدہ) کی طرح ثواب ہے۔'' [الترمذی الجنائز باب ۷۲ ح ۱۰۷۳ عن ابن مسعود وقال غریب، ابن ماجه الجنائز باب ۵۶ ح ۱۶۰۲ وضعفه الألبانی] تعزیت کی فضیلت پر مشتمل ان احادیث میں تین دنوں کی تخصیص نہیں ہے۔

اس کے علاوہ ثابت ہے کہ حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت کے تین روز بعد رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا: ''**لا تبكوا على أخي بعد اليوم** ......'''' آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا'' پھر آپ ﷺ نے نائی کو بلا کر حضرت جعفرؓ کے بچوں عبداللہ اور محمد کے سر منڈوائے، انہیں بہلایا، ان کے لیے دعا فرمائی اور بیوہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''...... **وأنا وليهم في الدنيا والآخرة**'' ان کی معیشت کا کیا غم کرتی ہو، جبکہ میں خود دنیا و آخرت میں ان کا سرپرست ہوں۔'' [مسند احمد ۱/ ۲۰۴ وصححه الألبانی فی أحكام الجنائز ص ۱۶۶] اس حدیث کی روشنی میں سماحۃ الشیخ البانیؒ نے کہا: تعزیت کے لیے تین دنوں کی حد مقرر نہیں، بلکہ اس کے بعد بھی جب ضرورت اور فائدہ محسوس ہو تو تعزیت کرنا چاہیے۔ [احکام الجنائز ص ۱۸۵] (ابو محمد)